۱/۴ 48751/3565

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

یورپ ممالک میں جب کوئی بڑا اسٹور کھلتا ہے تو اس کا مالک ہر ہفتہ میں یا پہلے میں ایک بار کچھ کتابچے چھپواتا ہے جس کو ان ممالک میں اسٹور کا "مشہوری" کہا جاتا ہے۔

اس کتابچے میں اس اسٹور کے اندر موجودہ چیزوں کی فوٹو دی جاتی ہے اور ساتھ اس کی قیمت بھی لکھ دی جاتی ہے۔

اس کتابچے کا مقصد لوگوں میں ان چیزوں کو خریدنے کی دعوت دینا ہے۔

پھر ان کتابچوں کی ایک بڑی مقدار کاروباری لوگ اسٹور والے سے لے لیتے ہیں اور ان کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس کتابچے کو ہر ہر گھر کے لیٹر بکس میں ڈالیں۔ تاکہ لوگوں میں اس اسٹور کی اور اس میں رکھی ہوئی اشیاء کی مشہوری کرائی جائے۔

لیکن اس کتابچے کے اندر موجودہ چیزوں میں تین قسم کی چیزیں ہیں۔

۱۔ حلال مثلاً کپڑوں کی فوٹو ہیں یا ٹیکنالوجی اشیاء۔

۲۔ حرام و مشروب گوشت "سور یا بھارے کا گوشت ہوتا ہے۔ لوگ ذبح نہیں کرتا اس لئے وہ بھی حرام ہوا"

۳۔ مشتبہ مثلاً کھانے کی وہ اشیاء جس کے اندر اندیشہ ہو کہ کوئی حرام چیز ملائی ہو مثلاً چوکلیٹ۔ اور بعض چوکلیٹ وہ ہیں جن کے بارے یقین ہوتا ہے کہ اس میں حرام چیز ملادی گئی ہے۔

(۱)

اور یہ بات بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض دفعہ ان کتابچوں پر عورتوں کے مخصوص سامان کی مشہوری کے لیے فحش تصاویر بھی پائی جاتی ہیں اگرچہ وہ مقصود نہیں ہوتیں!!

اب سوال یہ ہے کہ:

ان کتابچوں کو تقسیم کرنے کا کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حاضرہ یہ کاروبار تمام تر پاکستانی حضرات کر رہے ہیں؟ اور جو حضرات یہ کاروبار کر رہے ہیں ان کی اجرت کا کیا حکم ہے۔

~~جس چیز کے متعلق یہ یقین ہو کہ اس کے اندر [illegible] چیز ملی ہوئی ہے اگر ایسی چیزوں کو تقسیم کیا جائے تو کیا جائز ہو سکتا ہے؟~~

یہ بھی اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ بندہ کے غالب گمان کے مطابق اکثر و ان کتابچوں میں حلال اشیاء غالب ہوتی ہیں اور حرام مغلوب۔

المستفتی
طلحہ عباس
منڈی بہاؤالدین
تخصص فی الافتاء (سال اول)
جامعہ دار العلوم کراچی

دار الافتاء
جامعہ دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

سوال میں ذکر کردہ کتابچوں کو تقسیم کرنے کا کام درست نہیں، کیونکہ یہ کام حلال اشیاء کی مشہوری کرنے کے ساتھ ساتھ شراب اور دیگر حرام اشیاء کی مشہوری کرنے پر بھی مشتمل ہے جو گناہ کے کاموں میں تعاون کے اندر داخل ہے، اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔

جہاں تک اس کاروبار سے ملنے والی تنخواہ کا تعلق ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ حلال اشیاء کے بقدر تنخواہ کام کرنے والے کے لیے حلال ہے، اور اس کے بقدر ایسا کام کرنے والے سے بیع وشراء وغیرہ معاملات کرنے کی گنجائش ہے۔ اور حرام اشیاء کے بقدر تنخواہ کو بلانیتِ ثواب صدقہ کرنا واجب ہے۔

القرآن الكريم: المائدة: ٢

{وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ}

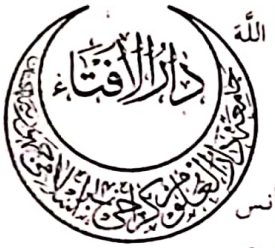

سنن الترمذي (٢٤٢/١) ط:قديمى

حدثنا عبد الله بن منير قال سمعت أبا عاصم عن شبيب بن بشر عن أنس بن مالك قال : لعن رسول الله صلى الله عليه و سلم في الخمر عشرة: عاصرها ومتعصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقيها وبائعها وآكل ثمنها والمشتري لها والمشتراة له.

فقه البيوع(١٠٥٦/٢)

وأما الوظائف المركبة من الخدمات المباحة و الخدمات المحظورة، فلايجوز قبولها لاشتمالها علىٰ عمل محرم.و لكن أن قبل أحد مثل هذه الوظيفة، فما حكم الراتب الذى أخذه عليها؟ لم أجد فيها نقلاً فى كلام الفقهاء،إلا ماذكره ابن قدامة رحمه الله تعالىٰ:

"قال(أى للأجير: استأجرتك) لتحمل لى هذه الصبرة و التى فى البيت بعشرة.....فإن كانا يعلمان التى فى البيت لكنها مغصوبة، أو امتنع تصحيح العقد فيها لمانع اختص بها، بطل العقد فيها، وفى صحة الأخرىٰ وجهان بناءً على تفريق الصفقة، إلا أنهما إن كانت قفزانهما معلومة، أو قدر أحدهما معلوم من الأخر، فالأولىٰ صحته، لأن قسط الأخر فيها معلوم. و إن لم يكن كذلك، فالاولىٰ بطلانه لجهالة العوض فيها".

Scanned with CamScanner

والحاصل أن الإجارة فى الخدمة المباحة انما تصح إذا كانت أجرتها معلومة بانفرادها. ولاتصح فيما إذا لم تكن أجرتها معلومة. فإن كان كذلك فى خدمات الفنادق و المطاعم والبنوك وشركات التأمين، صارت أجرة الموظف فيها مركبة من الحلال و الحرام. فدخلت فى الصورة الثالثة من القسم الثالث، وحل التعامل معه بقدر الحلال. أما إذا لم تعرف أجرة الخدمة المباحة على حدتها، فالإجارة فاسدة، ولكن الأجير يستحق أجر المثل فى الإجارات الفاسدة، كما صرح به ابن قدامة رحمه الله تعالىٰ بذلك فى إجارات فاسدة أخرى. وعلىٰ هذا، فإن مايقابل أجر المثل للخدمة المباحة فى راتبه ينبغى أن يكون حلالاً. فصار راتبه مخلوطاً من الحلال والحرام فى هذه الصورة أيضاً. فينبغى أن يجوز معه التعامل بقدر الحلال.

زاد المعاد في هدي خير العباد (٥/ ٧٧٨)

فصل: فإن قيل: فما تقولون فى كسب الزانية إذا قبضته، ثم تابت، هل يجب عليها رد ما قبضته إلى أربابه، أم يطيب لها، أم تصدق به؟

قيل: هذا ينبنى على قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام، وهى أن من قبض ما ليس له قبضه شرعا، ثم أراد التخلص منه، فإن كان المقبوض قد أخذ بغير رضى صاحبه، ولا استوفى عوضه، رده عليه. فإن تعذر رده عليه، قضى به دينا يعلمه عليه، فإن تعذر ذلك، رده إلى ورثته، فإن تعذر ذلك، تصدق به عنه، فإن اختار صاحب الحق ثوابه يوم القيامة، كان له. وإن أبى إلا أن يأخذ من حسنات القابض، استوفى منه نظير ماله، وكان ثواب الصدقة للمتصدق بها، كما ثبت عن الصحابة رضى الله عنهم.

وإن كان المقبوض برضى الدافع وقد استوفى عوضه المحرم، كمن عاوض على خمر أو خنزير، أو على زنى أو فاحشة، فهذا لا يجب رد العوض على الدافع، لأنه أخرجه باختياره، واستوفى عوضه المحرم، فلا يجوز أن يجمع له بين العوض والمعوض، فإن فى ذلك إعانة له على الإثم والعدوان، وتيسير أصحاب المعاصى عليه. وماذا يريد الزانى وفاعل الفاحشة إذا علم أنه ينال غرضه، ويسترد ماله، فهذا مما تصان الشريعة عن الإتيان به، ولا يسوغ القول به، وهو يتضمن الجمع بين الظلم والفاحشة والغدر. ومن أقبح القبيح أن يستوفى عوضه من المزنى بها، ثم يرجع فيما أعطاها قهرا، وقبح هذا مستقر فى فطر جميع العقلاء، فلا تأتى به شريعة، ولكن لا يطيب للقابض أكله، بل هو

Scanned with CamScanner

خبيث كما حكم عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولكن خبثه لخبث مكسبه، لا لظلم من أخذ منه، فطريق التخلص منه، وتمام التوبة بالصدقة به، فإن كان محتاجا إليه، فله أن يأخذ قدر حاجته، ويتصدق بالباقي، فهذا حكم كل كسب خبيث لخبث عوضه عينا كان أو منفعة، ولا يلزم من الحكم بخبثه وجوب رده على الدافع، فإن النبي صلى الله عليه وسلم حكم بخبث كسب الحجام، ولا يجب رده على دافعه.

والله تعالىٰ اعلم بالصواب

عبد الله ولی عفی عنہ

عبد الله ولی عفی عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

٦/ محرم/ ١٤٣٧ھ

٢٠/ اکتوبر/ ٢٠١٥ء

الجواب صحیح

عبدہ محمود اشرف غفر اللہ

٦/١/١٤٣٧ھ

مفتی

الجواب صحیح

٦/١/١٤٣٧ھ

الجواب صحیح

٦/١/١٤٣٧ھ

دار الافتاء

Scanned with CamScanner